کیا

اولیاء اللہ اور بت

ایک ہیں؟

مؤلف

حضرت علامہ مولانا محمد خان قادری مدظلہ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون:2439799

نام کتاب : کیا اولیاء اللہ اور بت ایک ہیں؟

مؤلف : حضرت علامہ مولانا محمد خان قادری مدظلہ

سن اشاعت : جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ/مئی ۲۰۰۹ء

تعداد اشاعت : ۳۵۰۰

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون:2439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

دُکھ کی بات ہے کہ اُمّت میں انتشار کم ہونے کی بجائے روز بروز بڑھ رہا ہے اور اہم ترین بات یہ ہے کہ اختلاف و افتراق حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور خود محبوب خُدا نبی آخر الزماں ﷺ کی ذات میں کیا گیا، یوں تو اس اختلاف کی تاریخ بہت قدیم ہے اور اس مخالفت کا بانی شیطان لعین ہے اور یہ معاملہ دیگر امتوں میں بھی رہا اور ہماری اس اُمّت میں بھی ایسے لوگ موجود رہے اور موجود ہیں۔

اور ہماری امت سے مراد امت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء ہے اور لوگوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو بظاہر مسلمان ہیں اور درحقیقت شیطان کے چیلے ہیں۔ نبی ﷺ کی حیات ظاہری میں بھی یہ لوگ موجود تھے، نزولِ وحی کا زمانہ تھا حضور ﷺ ظاہری حیات کے ساتھ جلوہ افروز تھے، ان کا پردہ چاک ہوتا رہا، حضرات خلفاء راشدین میں سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا دور مختصر رہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خوف سے شیطان کے یہ کارندے اپنا سر نہ اٹھا سکے، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے اَدوار میں انہوں نے اپنے کرتب دکھانا شروع کئے یہاں تک کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جیسی ہستی پر ان لوگوں نے شرک کا حکم لگا دیا، اس طرح دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بھی اسی طرز کا معاملہ کیا گیا۔ اس کے بعد ابن تیمیہ نے اُمّت کے عقائد و نظریات میں فتور ڈالا، ایسے ایسے نظریات اُمّت کے سامنے پیش کئے جو جمہور کے بالکل خلاف تھے اور اس وقت کے علماء نے انہیں ردّ کر دیا، پھر ایک عرصے کے بعد انگریز کی کاوش سے نبی ﷺ اور اخیارِ اُمت کی عظمت کو اہلِ اسلام کے دلوں سے نکالنے کے لئے محمد بن عبد الوھاب کو سامنے لایا گیا اور اپنے آقا کے اشارے پر اس نے انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی شان میں گستاخیاں کیں، مزارات

صحابہ و اہلِ بیت کو مسمار کیا، بتوں کے بارے میں نازل ہونے والی آیات اُن پر چسپاں کرنے کی ناکام کوشش کی، بہر حال اُمّت میں نہ ختم ہونے والے فتنے کا بیج بو گیا، اور اس کا وہابی دین سرزمین نجد سے نکل کر اطراف عالم میں پھیلنے لگا، اٹھارویں صدی عیسوی میں یہ باطل دین سرزمین ہند و پاک میں بھی پہنچا، آہستہ آہستہ اس کے پیروکار بڑھتے چلے گئے، اس وقت سے علماءِ حقّہ نے ان کا تقریراً تحریراً ہر طرح مقابلہ کیا، اس سے جن کے مقدر میں ایمان تھا وہ محفوظ رہے، یوں یہ سلسلہ چلتا رہا، یہ لوگ نام بدل بدل کر عوام المسلمین کو گمراہ کرنے کی سعی کرتے رہے، وطن آزاد ہو رہا تھا تو یہ لوگ اپنے آقا کے اشارے پر ہندوؤں کے ساتھ رہے، پاکستان بنا تو یہاں آ گئے، بیرونی امداد سے چلتے رہے، پھیلتے رہے اور اہلِ اسلام کا کشت و خون کرتے رہے، بم دھاکے، پھر خود کش حملے اور مزارات اولیاء کی بے حرمتی، بموں سے اُن کو اُڑانا، مشائخ و علماء اہلسنّت کو شہید کرنا، اہل اسلام کی جان مال اور عزت کو حلال جاننا ان کے شیوہ رہا، جیسا کہ سرحد کے حالات خصوصاً سوات کا معاملہ اس پر شاہد ہے کہ وہ لوگ مزارات اولیاء کو بت قرار دیتے ہیں، اس لئے ان کا انہدام واجب اور ضروری سمجھتے ہیں۔ زیرِ نظر رسالہ جو فقیہ العصر حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری مدظلہ کی تالیف ہے اسی موضوع پر ہے، ہماری جمعیت کی نشر و اشاعت کی علماء کمیٹی نے حالات حاضرہ کے پیشِ نظر اسی کو اشاعت کے لئے منتخب کیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف مدظلہ اور اراکینِ جمعیت کی اس ادنیٰ کوشش کو قبول فرمائے اور اس مختصر تحریر کو عوام المسلمین کے لئے نافع بنائے۔

محمد عطاء اللہ نعیمی

(رئیس دار الافتاء جمعیت اشاعت اہلسنّت)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہم قارئین کرام! کی توجہ اس طرف مبذول کرانا ضروری سمجھتے ہیں کہ ہمیں ہر جگہ خدا ساختہ اور خود ساختہ میں فرق رکھنا لازمی ہے اگر ہم یہ فرق نہیں کریں گے تو ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔

حجرِ اَسود کی مثال

اسے ہم ان مثالوں کے ذریعے سمجھ سکتے ہیں مثلاً کائنات کا کس قدر اور کتنا ہی قیمتی و خوبصورت پتھر ہو ہم اسے بوسہ نہیں دیں گے اور نہ اسے اپنا شفیع بنا کر اس کا احترام کریں گے بلکہ اگر ہم اسے اپنا شفیع سمجھ کے احترام کریں گے تو یہ سراپا ظلم و زیادتی ہوگی اور یہ خود ساختہ تصوّر ہوگا جس کی اسلام میں ہرگز گنجائش و اجازت نہیں ۔

پتھروں کی پوجا کرنے والوں سے سُن لیجئے ،امام بخاری علیہ الرحمہ نے باب وفد بنی حنیفہ کے تحت حضرت ابو رجاء عطاردی تابعی سے نقل کیا۔

کنا نعبد الحجر فاذا وجدنا حجرا هو خير منه القيناه
و اخذنا الاخر فاذا لم نجد حجرا جمعنا جثوة من تراب ثم
جئنا بالشاة فحلبنا عليه ثم طفنا له (البخاری/۲/۶۲۸)

ہم پتھر کی عبادت کرتے ، جب اس سے بہتر خوبصورت پتھر پاتے تو اسے پھینک کر دوسرا لے لیتے جب پتھر نہ پاتے تو مٹی کا ڈھیر بناتے اس پر بکری کا دودھ ڈال کر اس کا طواف کرتے ۔

بحمداللہ! کوئی مسلمان ایسا کرنا تو کجا سوچ بھی نہیں سکتا۔

مگر ایک پتھر ایسا بھی ہے جس کی زیارت و بوسہ کے لئے ہم اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہیں۔ لاکھوں روپیہ خرچ کر کے اسے دیکھنا سعادت سمجھتے ہیں بلکہ اسے اپنے حق

میں روز قیامت شفاعت کرنے والا مانتے ہیں اور وہ حجرا سود ہے آخر اس کا اس قدر احترام و عزت کیوں؟ اس لئے کہ یہ خدا ساختہ ہے یعنی اسے یہ مقام اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ لہٰذا اسے محترم نہ ماننا ظلم وستم ہے۔

اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حجرِ اسود کے بارے میں فرمایا

الحجرُ یمین اللهِ تعالیٰ فی الأرضِ (الکامل لابن عدی، ۱/ ۳۳۶)

یہ زمین میں اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں آپ ﷺ نے فرمایا حجرا سود اللہ تعالیٰ کے دائیں ہاتھ کا درجہ رکھتا ہے۔

یُصافِحُ بها عِبادَهٗ (سبل الهدی، ۱/ ۱۸۰)

اس سے وہ اپنے بندوں کو مصافحہ کا شرف عطا کرتا ہے۔

گویا حجرا سود کا چُومنا اللہ تعالیٰ کے دائیں ہاتھ کا بوسہ لینا ہے۔

شفاعت حجرِ اَسود

امام دارمی، ابن خزیمہ وابن حبان اور امام حاکم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روز قیامت اللہ تعالیٰ حجرِ اسود کو اس حال میں لائے گا:

لَهٗ عَیْنَانِ یبصرُ بهما وَلسانٌ یَنطِقُ به یَشهدُ لِمَن اسْتلمَه بحقٍ
(سنن الدارمی:۲/ ۴۰۲)

اس کی دو آنکھیں ہونگی جن سے وہ دیکھے گا۔ بولنے والی زبان ہوگی

جس سے یہ اپنے سلام کرنے والے کے بارے میں گواہی دے گا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سُنا حجر اسود کو روزِ قیامت اس حال میں لایا جائے گا:

لَهٗ لِسَانٌ ذَلِقٌ يَشْهَدُ لِمَنْ يَسْتَلِمُهٗ بِالتَّوْحِيْدِ

(شعب الإيمان:٣/٤٥١)

اس کی زبان ہوگی جس سے یہ بول کر اپنے سلام کرنے والے کی توحید پر گواہی دے گا۔

خُدا ساختہ تصوّر کی وضاحت

اسی خُدا ساختہ تصور کی وضاحت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کردی ہے۔امام بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں،امام حاکم نے ''مستدرک'' میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہم نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ خانہ کعبہ کا طواف کیا۔آپ نے حجرِ اسود سے مخاطب ہوکر فرمایا ہم پتھروں کے سامنے جھکنے والے نہیں۔

وَلَوْ لَا اَنِّیْ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَبَّلَكَ مَا قَبَّلْتُكَ

(شعب الایمان:٣_٤٥١)

اگر ہم نے تجھے رسول اللہ ﷺ کو چُومتے نہ دیکھا ہوتا تو ہم تجھے کبھی نہ چُومتے۔

آپ نے واضح کردیا کہ ہم جو تجھے چُومتے ہیں تو یہ ہمارا خود ساختہ تصوّر نہیں بلکہ تجھے بوسہ دینے اور احترام کا حکم اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے اس قدر دیا کہ رسول اللہ ﷺ تجھے بوسہ دیا کرتے تو تیرا اِحترام خُدا ساختہ ہے۔

شفاعت کی مثال

اس طرح اگر کوئی آدمی اپنے طور پر کسی شخص، درخت اور بُت کے بارے میں یہ

کہے یہ روزِ قیامت ہماری شفاعت کرے گا جیسے اہلِ کفر اپنے بُتوں کے بارے میں کہتے ہیں تو یہ سراسر زیادتی اور ظلم وشرک ہے اس لئے قرآن میں واضح کیا کہ ان کے پاس ان پر کوئی دلیل نہیں اس لئے یہ خود ساختہ ٹھہرے۔

لیکن اُمّتِ مُسلمہ مانتی ہے کہ حجرِ اسود ہماری شفاعت کرے گا تو یہ خود ساختہ تصوّر نہیں بلکہ خُدا ساختہ تصوّر ہے جیسے اوپر احادیث آئی ہیں۔

مقامِ محمود والے کی شفاعت

اگر ہم حبیبِ خدا ﷺ کو ہر جگہ دنیا و آخرت میں اپنا شفیع مانتے ہیں اور آپ ﷺ کی شفاعت کو اپنے ایمان کا حصہ مانتے ہیں تو یہ ہمارا خود ساختہ تصوّر نہیں بلکہ خُدا ساختہ ہے اور اس سے کتاب وسنّت معمور و مالا مال ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو شفاعت کُبریٰ کا مقام عطا فرمایا ہے۔قرآن مجید میں آپ کے اسی مقام کا ذکر و اعلان ان الفاظ میں کیا:

﴿عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (الاسراء:١٧/ ٧٩)

ترجمہ: قریب ہے تمہارا ربّ تمہیں ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ سے مقامِ محمود کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا:

هِيَ الشَّفَاعَةُ

یہ مقامِ شفاعت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں لوگ گروہ در گروہ ہر نبی کے پاس سفارش و شفاعت کے لئے جائیں گے مگر بات نہیں بنے گی حتیٰ کہ تمام مخلوق شفاعت کے لئے سرورِ عالم شفیع المذنبین ﷺ کے پاس آئے گی۔

فَذٰلِكَ يَوْمٌ يَبْعَثُهُ اللّٰهُ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ (الصحیح للبخاری، کتاب التفسیر)

تو اس دن اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر کھڑا فرمائے گا۔

تو اگر اُمّتِ مُسلِمہ آپ ﷺ کو شفیع مانتی ہے تو اس کی بنیاد قرآن و سنّت نے فراہم کی ہے یہ بُتوں کی طرح از خود گھڑی ہوئی اور خود ساختہ چیز نہیں اس کے بعد بتایئے یہ کہنا کس قدر ظلم ہے کوئی بُت اور نبی و ولی شفاعت نہیں کرسکتا۔ کہاں خود ساختہ بُت اور کہاں محبوبانِ بارگاہِ الٰہی عزّ وجل۔

حضرت مُلّا علی قاری (متوفی ۱۰۱۴ھ) نے اہلِ اسلام اور اہلِ شرک کے درمیان فرق کرتے ہوئے لکھا:

لا يظنّ بأرباب العُقُولِ ولو كانوا كُفّارًا أن يعتقدوا أن الحجر ينفعُ ويضرُّ بالذّات وإنما كانوا يُعظِّمون الأحجارَ أو يَعبُدونَها مُعلّلين بأن بهؤلاء شُفَعائُنا عند اللهِ و مقرّبونا إلى اللهِ زُلفٰى فهم كانوا يمسّونها و يُقبِّلُونها تسبياً للنّفع وإنما الفرقُ بيننا و بينهم أنهم كانوا يفعلون الأشياءَ مِن تِلقاءِ أنفسِهم ما أنزلَ اللهُ من سلطان بخلافِ المسلمين فإنهم يُصَلّون إلى الكعبةِ بناءً على ما أمر اللهُ و يُقبِّلون الحجرَ بناءً على مُتابعةِ رسول الله ﷺ وإلا فلا فرق فى حدّ الذّات ولا فى نظرِ العارفِ بالموجو داتِ بين بيتٍ و بيتٍ ولا بين حجرٍ و حجرٍ سبحان مَن عظم بأشياء مِن مخلوقاته مِن الأفرادِ الأنسفانيةِ كرَسُولِ اللهِ والحَيوانية كَنَاقةِ الله والجَمادية كبيتِ الله والمكانية كرم الله والزّمانية كلَيْلةِ القدرِ و ساعةِ الجمعةِ وخلق خواصِ الأشياءِ فى مكتوياته و جعل التفاوُتَ والتمايُزَ بين اجزاءِ أرضه و سَمَاواتِه۔ (مرقاة المفاتيح، ۳۲۵/۵)

اہلِ عقول واصحاب دانش اگرچہ کفّار ہی کیوں نہ ہوں ان کے متعلق یہ ظن وگمان نہیں کیا جاسکتا کہ وہ یہ عقیدہ رکھیں کہ پتھر بالذات خود نفع و نقصان دیتے ہیں مشرکین ان پتھروں اور اصنام کی تعظیم کرتے ہوئے ان کی عبادت کرتے تھے تو صرف اس علت کے پیشِ نظر کہ یہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہمارے شفیع ہیں اور یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب تر کرنے والے ہیں تو ان کو ہاتھ لگاتے اور بوسہ دیتے تھے اور انہیں نفع حاصل کرنے کے اسباب و ذرائع سمجھتے تھے۔ ہمارے اور ان کے درمیان بنیادی فرق یہ ہے کہ وہ ان اشیاء کو اپنی طرف سے کرتے ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل و حجت نازل نہیں فرمائی بخلاف اہلِ اسلام یہ کعبہ کی طرف منہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے حکم و امر کی وجہ سے۔ حجر اسود کو بوسہ دیتے ہیں تو متابعت رسول اللہ ﷺ کی بناء پر ورنہ ذات کے اعتبار سے اور موجودات کا صحیح عرفان رکھنے والے کی نظر میں ایک مکان کا دوسرے مکان اور ایک پتھر کا دوسرے پتھر کے ساتھ کوئی تفاوت و تمایز نہیں ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی مخلوقات میں سے جس کو چاہا عزت و عظمت سے نواز دیا، افراد انسانیت میں سے رسول اللہ ﷺ کو افراد حیوانیت میں سے ناقۃُ اللہ (حضرت صالح کی اونٹنی) کو، افراد جمادات میں سے بیت اللہ کو، افراد مکانات میں حرم الٰہی کو زمانہ کے اجزا اور افراد میں سے لیلۃُ القدر، ساعت جمعہ کو اور اپنے تقادیر میں خواص اشیاء کو تخلیق فرمایا ور زمینوں اور آسمانوں کے اجزاء میں باہم تفاوت اور امتیاز پیدا فرمایا۔

اعتراضِ برہمن

حضرت شاہ عبدالعزیز مُحدّث دہلوی نے برہمن ہندو کے اعتراض کے جواب میں جو گفتگو کی ہے نہایت ہی قابل توجہ ہے۔

شما از قبور مدد و شفاعت می طلبید باید کہ بر شُما ہم شرک عائد شود القصہ ہر چہ مقصدِ شُما و مرادِ شُما از اہل قبور است ہماں قسم مقصود من از صورت کنہیا رو کالکا ست بحسب ظاہر نہ قوت اہلِ قبور و نہ بُت

تم اہلِ قُبور سے مدد و استعانت اور شفاعت طلب کرتے ہو تو چاہیئے تم پر بھی ہماری طرح مشرک ہو جائیں کیونکہ جو مقصود تمہارا اہلِ قُبور سے استعانت ہے وہی کنھیا اور راما کا وغیرہ کی صورتوں سے ہمارا ہے ظاہری اعتبار سے نہ اہلِ قبور میں طاقت و قدرت ہے اور نہ بُتوں میں۔

متعدد جوابات

اس کا جواب متعدد وُجوہ سے دیتے ہیں:

ایسی چیزیں جن کی عطا اللہ تعالیٰ ہی سے مخصوص ہے مثلاً اولاد دینا، بارش عطا کرنا اور امراض دُور کرنا اگر ذہن اللہ تعالیٰ سے خالی ہو اور ان کا سوال کسی ولی سے ہو تو یہ شرک ہے اور مسلمان ہرگز ایسا نہیں کرتے البتہ ہندو اپنے بتوں سے ایسی التجا کرتے ہیں۔

آگے چل کر لکھا:

و این گفتہ کہ ہر چہ شما زاہلِ قُبور است ہماں قسم مقصود من از صورت کھیا و کالکا ہست نیز خطا در خطا ست کہ ارواح را تعلق بہ بدن خود کہ در قبر مدفون است البتہ می باشد زیرا کہ مدّت دراز دریں بودہ واندو

این ہا قبور معبودان خود را تعظیم نمی کنند بلکہ از طرف خود صورت ہا و سنگ ہا تراشیدہ و درختان و دریا ہا را قرار مد ہند کہ صورت فلانے ہست بے آنکہ چیز را تعلق بان روح باشد(فتاویٰ عزیزی :۲۔۱۰۸)

یہ جو کہا کہ جو مسلمان کا مقصود اہلِ قُبور سے ہے وہی ہمارا مقصود کنہیا اور کالکا سے ہے یہ سراسر غلط بات ہے کیونکہ (ہر کوئی جانتا ہے) ارواح کا جو قبر میں مدفون بدن کے ساتھ بلاشبہ تعلق قائم ہے اس لئے کہ دراز عرصہ تک اس میں قیام پذیر رہے ہیں اور ہندو و برہمن اپنے معبودوں کی قُبور کی تعظیم نہیں کرتے بلکہ اپنے ہاتھوں سے تراشیدہ صورتوں پتھروں اور درختوں اور دریاوں کو اپنے طور پر کہہ دیتے ہیں کہ یہ فلاں کی صورت ہے حالانکہ اس کے ساتھ اس شخص کی روح کا کوئی تعلق ہی نہیں ہوتا۔

بندوں کو عطا کردہ قوّتوں اور علوم کا ذکر

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی واضح کیا کہ میں نے اپنے بندوں خصوصاً حضرات انبیاء علیہم السلام کو اور ان کے ظاہری و باطنی حواس کو ایسی قوتیں عطا فرمائی ہیں کہ ان کے لئے دور و نزدیک کا کوئی معاملہ نہیں اگر تمہارے اندر ایسی قوّتیں نہیں تو ان کا انکار نہ کیا کرو کیونکہ ایسی قوتیں انہیں اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر عطا کیں ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کی تمام اشیاء کے حقائق سے آگاہی

قرآن مجید نے حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں واضح کیا:

﴿وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا﴾ (البقرۃ:۲/۳۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اسماء کی تعلیم دی۔

اس کی تفسیر میں اہلِ تفسیر کے اقوال کا مطالعہ کیجئے اور بتایئے کونسی چیز تھی جس کا نام سیدنا آدم علیہ السلام نہ جانتے تھے بلکہ تمام مفسّرین نے تصریح کی ہے کہ صرف اشیاء کے نام ہی نہیں بتائے بلکہ ان اشیاء کے خصائص، صفات اور حقائق سے بھی آگاہی فرمائی۔

امام فخر الدین رازی (ت ۶۰۶ھ) کہتے ہیں۔

أی علّمه صفاتَ الأشیاء و نعوتَها و خواصَها

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اشیاء کی صفات، نُعوت اور خواص کا علم عطا فرمایا۔

حتیٰ کہ مفسّرین نے لکھا پیالہ اور چمچ تک کے نام بتا دیئے۔ امام ابن کثیر (ت ۷۷۴) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

الصحیح انه علمه اسماء الأشیاء کلّها ذواتَها و صفاتَها و أفعالَها

صحیح یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کی ذات، ان کی صفات اور افعال سے آگاہ فرمادیا۔

اس پر بخاری و مسلم کی روایت سے تائید لا کر لکھا:

فدلّ هذا علی أنه علّمه اسماءَ جمیعِ المخلوقات

اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام مخلوقات کے اسماء سے آگاہ کر دیا۔

کیا کوئی دعویٰ کر سکتا ہے کہ مجھے یہ مقام حاصل ہے؟ ہرگز نہیں یہ مقام صرف اس کے برگزیدہ نبی کا ہی ہو سکتا ہے۔

حضرت ابرہیم اور آسمان و زمین سے آگاہی

اسی طرح سیدنا خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں

بیان کیا:

﴿ وَ کَذٰلِکَ نُرِیۡۤ اِبۡرٰهِیۡمَ مَلَکُوۡتَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ لِیَکُوۡنَ مِنَ الۡمُوۡقِنِیۡنَ ﴾ (الأنعام:٦/٧٥)

اور اس طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور اس لئے کہ وہ عین الیقین والوں میں ہو جائے۔

۱۔امام ابن جریر طبری (ت ۳۱۰) اور امام ابن ابی حاتم (ت ۳۲۷) نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیت کی یہ تفسیر نقل کی ہے:

جلی له الأمر سرّه و علانیة فلم یخف علیه شیء من أعمال الخلائق (جامع البیان، تفسیر ابن ابی حاتم)

ان پر ہر معاملہ کا ظاہر و باطن آشکار کر دیا حتیٰ کہ تمام مخلوق کا کوئی عمل بھی ان پر مخفی و پوشیدہ نہ رہا۔

۲۔امام آدم بن ابی ایاس، ابن منذر، ابو حاتم، ابو الشیخ اور امام بیہقی نے ''الاسماء والصفات'' میں حضرت مجاہد تابعی سے یہ تفسیر ذکر کی ہے۔

فُرِجَت له السموات السبعُ فنظر إلی ما فیهنّ حتی انتهیٰ بصره إلی العرشِ و ضُرِبَت له الأرضون السبع فنظر إلی ما فیهنّ

سات آسمانوں کو ان کے سامنے مُنکشِف کر دیا تو انہوں نے عرش تک تمام اشیاء کو دیکھ لیا پھر سات زمینوں کو ان پر مُنکشِف کر دیا تو جو کچھ ان میں تھا انہوں نے اسے ملاحظہ کیا۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا علمی مقام یہ ہے کہ تو خود ہی غور کر لیجئے حبیبِ خُدا ﷺ کا علمی مقام کیا ہوگا؟

صاحب مشکوٰۃ کے استاذ امام شرف الدین حسین بن محمد الطیبی (ت ۷۴۳) اس حقیقت کو واضح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: جب ہم حضور ﷺ کے فرمان، مجھے دیدار

الٰہی ہوا اس نے میرے دونوں شانوں کے درمیان دست مبارک رکھا جن سے میں نے سینے میں ٹھنڈک پائی:

"فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ"

تو میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس رؤیت پر غور کرتے ہیں تو نہایت ہی واضح فرق سامنے آتا ہے مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلے اشیاء کو دیکھا پھر انہیں ان کے خالق کا ایقان ہوا لیکن حبیب ﷺ نے پہلے خالق کا دیدار کیا اور پھر اشیاء کی طرف متوجہ ہوئے پھر حبیب ﷺ کو عین الیقین باللہ جبکہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو علم الیقین باللہ حاصل ہوا پھر:

الحبيب علم الأشياء كلّها و الخليل رأى ملكوت الأشياء
(الكاشف :۲،۲۹۲)

حبیب ﷺ نے تمام اشیاء کو جان و پہچان لیا جبکہ خلیل علیہ السلام ملکوتی اشیاء کو دیکھ پائے۔

ایک دلچسپ سوال و جواب

معراج حبیبِ خدا ﷺ کے بیان میں ارشاد الٰہی ہے:

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ﴾ (الأسراء:۱۷/ ۱)

پاکیزگی ہے اس ذات کو جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرد اگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بے شک وہ سنتا دیکھتا ہے۔

سورۃ النجم میں ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی﴾ (النجم:۵۳/ ۱۸)

ترجمہ: آپ نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔

امام فخر الدین رازی (ت۶۰۶) نے یہاں دلچسپ سوال کر کے جواب دیا ہے جس سے مذکورہ مسئلہ پر خوب روشنی پڑتی ہے۔

سوال: دونوں مقامات پہ لفظ "مِـــنْ" بعضیہ بتا رہا ہے کہ حضور ﷺ کو بعض آیات کا مشاہدہ عطا ہوا حالانکہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ہے

﴿وَ کَذٰلِکَ نُرِیْٓ اِبْرٰھِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾
(الأنعام:۶/ ۷۵)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے ابراہیم کو دکھائے سارے آسمانوں اور زمین کی سلطنتیں۔

یہ الفاظِ آیت آشکار کر رہے ہیں کہ انہیں سماوی و ارضی تمام آیات کا مشاہدہ کروایا تو اس سے

فيلزم أن يكون معراجُ إبراهيم عليه السلام أفضل مِن معراج محمد ﷺ

لازم آرہا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معراج حضور ﷺ کے معراج سے افضل ٹھہرے۔

جواب: دونوں معراجی آیات میں اللہ تعالیٰ نے ہم پر آشکار کیا کہ حضور ﷺ نے آیاتُ اللہ کا جبکہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے آیاتِ سماوی و ارضی کا مشاہدہ کریا اور بلا شبہ آیاتِ الٰہیہ کا مشاہدہ ان سے کہیں افضل ہے۔ امام رازی کے الفاظ ہیں:

وَ الّذی راہ إبراهيم ملكوت السموات والأرض والّذی راہ محمد ﷺ بعض آيات الله تعالى ولا شكّ أن آياتِ الله أفضل (مفاتيح الغيب:۲/۲۹۲)

جو آیات حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھیں وہ سماوی ارضی ہیں
جبکہ حضور ﷺ نے بعض آیات اللہ کا مشاہدہ کیا اور بلاشبہ آیات
اللہ سماوی وارضی آیات سے کہیں افضل ہیں۔

جب زمین وآسمان کی اشیاء پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نظر ہے تو پھر حبیبِ خُدا ﷺ کی نظر وعلم کہاں تک ہوگی؟

حضرت یعقوب علیہ السلام اور خوشبوئے قمیص

حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے والد گرامی حضرت یعقوب علیہ السلام سے جُدا ہوئے کافی سال ہوگئے وہ کنویں اور جیل سے ہوتے ہوئے مصر کے بادشاہ بنے یہ نہایت ہی صبر وشکر کی خوبصورت داستان ہے جب راز کُھل جانے کا وقت آگیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں سے فرمایا اب تم مصر غلہ لینے جاؤ گے تو وہاں

﴿فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَ اَخِيْهِ﴾ (یوسف:۱۲/۸۷)

ترجمہ: یوسف اور اس کے بھائی کو تم تلاش کرنا۔

اسی سفر میں حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی اظہار کردیا:

﴿اَنَا يُوْسُفُ وَ هٰذَآ اَخِيْ﴾ (یوسف:۱۲/۹۰)

ترجمہ: میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔

بھائیوں سے کہا:

﴿اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا﴾
(یوسف:۱۲/۹۳)

ترجمہ: میرا یہ کُرتہ لے جاؤ اس کو میرے باپ کے منہ پہ ڈالو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی۔

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا جب قافلہ قمیص یوسف لے کر مصر سے چلا تو ادھر حضرت

یعقوب علیہ السلام نے اپنے خاندان ان کو جمع کر کے فرمایا:

﴿اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ﴾ (یوسف:۱۲/۹۴)

ترجمہ: میں یوسف کی خوشبو پاتا ہوں۔

ملک شام میں بیٹھ کر مصر سے چلنے والے قمیص کی خوشبو پالینا انبیاء علیہم السلام کی ہی شان ہے۔

اس سے بھی دُور کی خوشبو پانا

مصر سے شام، بنسبت شہر مدینہ سے سِدرہ قریب ہے سوچئے کہاں ہے سدرۃ المنتہٰی اور کہاں شہر مدینہ، سِدرہ ساتوں آسمانوں سے اوپر ہے۔ ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک کا سفر نوری پانچ سو سال کا ہے مگر سنئے، امام احمد خفاجی (ت ۱۰۶۹ھ) حضور ﷺ کے ارشاد گرامی:

لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ اُمَّتِيْ خَلِيْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَابَكْرٍ خَلِيْلًا

اگر میں اُمّت میں سے کسی کو اپنا خلیل بناتا تو میں ابوبکر کو خلیل بناتا۔

کی وضاحت وتفسیر میں لکھتے ہیں یہ ارشاد گرامی آشکار کر رہا ہے کہ باطنی طور پر آپ ﷺ بشروں کے ساتھ نہیں فقط ظاہر طور پر ہمارے ساتھ ہیں:

الحاصل أن بواطنهم وقواه الرّوحانية ملكية ولذا ترى مشارق الأرض ومغاربها و تسمع أطيط السماء وتشمّ عليه الصّلوٰة والسّلام إذا أراد النزول إليهم كماشمّ يعقوب عليه الصّلوٰة و السّلام رائحة يوسف عليه السّلام ولذاعرج به ﷺ إلى السّماء (نسیم الریاض: ۵/۱۴۱)

حاصل یہ کہ ان کا باطن اور روحانی طاقت ملکی ہے اسی لیے زمین کے مشارق ومغارب کو دیکھتے ہیں اور آسمان کی آواز سنتے ہیں اور جبریل

علیہ السلام جب آپ کی طرف نزول کا ارادہ کرتے ہیں تو آپ
ﷺ ان کی خوشبو پالیتے ہیں جس طرح یعقوب علیہ السلام نے
حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو محسوس کی تھی اس لیے آپ ﷺ
کو آسمان کی معراج کرائی گئی۔

اور آگے فرمان نبوی ﷺ:

لٰكِنَّ صَاحِبَكُمْ خَلِيْلُ الرَّحْمٰنِ

لیکن تمہارے نبی رحمٰن کے خلیل ہیں۔

کے تحت خوبصورت نوٹ لکھا:

ظهر إشارة إلى أن مناسبته لهم بحسب الظّاهر و أنه بين أظهر
هم لا بحسب الحقيقة (ايضًا)

واضح کیا کہ آپ کے صحابہ سے مناسبت فقط ظاہری ہے کہ وہ ان کے
درمیان ہیں، ورنہ حقیقت کے اعتبار سے کوئی مناسبت ہی نہیں۔

ایک اور ارشاد نبوی ﷺ:

تَنَامُ عَيْنَايَ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي

میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

کے حوالے سے لکھا:

يدلّ على أن باطنه ملَكيّ و ظاهره و بشريّ

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کا باطن ملکی اور ظاہر بشری
ہے۔

توجہ کیجئے جو ہستی سدرۃ سے آمدِ جبریل کی خوشبو پالیتی ہے وہ ہمارا صلوٰۃ وسلام کیوں
نہیں سن سکتی؟

حضرت سلیمان علیہ السلام اور چیونٹی کی آواز

اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمایا حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر روانہ ہوا راستہ
میں چیونٹیوں کی بستی تھی، ان کی سربراہ نے انہیں حکم دیا اپنے بلوں میں چلی جاؤ ورنہ تم ختم
ہوجاؤ گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا﴾ (النحل:١٦/ ١٩)

ترجمہ: تو اس کی بات سے سلیمان مسکرا کر ہنسے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت ہے کہ انہوں نے کئی میل دُور سے چیونٹی کی آواز سُن
لی اور سُن کر مسکرا دیے ورنہ ہے کوئی قوت جو کسی چیونٹی کی آواز سُن سکے؟

حضرت سلیمان علیہ السلام کے امتی کا مقام

اسی سورت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے اُمتی کا مقام بیان فرمایا
کہ انہوں نے فرمایا:

﴿اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ﴾ (النمل: ٢٧/ ٣٨)

ترجمہ: تم میں سے کون ہے وہ اس کا تخت میرے پاس لے آئے۔

تو اس کے جواب میں ایک جن نے کہا:

﴿اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ﴾ (النمل:٢٧/ ٣٩)

ترجمہ: وہ تخت حضور میں حاضر کردوں گا اس سے پہلے کہ آپ مجلس
برخاست کریں۔

آپ نے فرمایا اس سے بھی پہلے چاہیئے تو:

﴿قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ﴾ (النمل: ٢٧/ ٤٠)

ترجمہ: اس نے عرض کیا جس کے پاس کتاب کا علم تھا میں اس کو

لاؤں گا۔

پوچھا تم کتنی دیر میں لاؤ گے تو بتایا:

﴿قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ﴾ (النمل:۲۷/۳۸)

ترجمہ: حضور میں اس ایک پل مارنے سے پہلے حاضر کردوں گا۔

عِبادُ الرّحمٰن اور قرآن

یہاں اس طرف بھی توجہ کیجئے کہ جس قدر قرآن وسنّت میں بتوں کی مذمّت ہے شاید ہی کہیں ہو کوئی سورت و پارہ ان کی تکذیب و مذمّت سے خالی نہیں بلکہ ان کی مدح و تعریف سے کفر کا خطرہ لاحق ہوجاتا ہے لیکن قرآن کی کوئی سورت دکھایئے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی شانیں، مدح وثناء نہ کی ہو۔ پورے پورے رکوع اور سورتیں اس کے مقبول بندوں کی شانوں پر مشتمل ہیں۔ خصوصاً اپنے حبیب ﷺ کے بارے میں نہایت واضح طور پر کہا۔ ان کی رضا و ناراضگی، اطاعت و نافرمانی اللہ تعالیٰ کی رضا و نافرمانی ہی ہے۔ بتایئے کس بُت اور خود ساختہ کے بارے میں ایسی بات ہے، ہرگز نہیں تو پھر انبیاء و اولیاء کو بُتوں میں شامل کرنا کونسا ایمان ہے؟ آیئے کچھ فرق سامنے لے آتے ہیں۔

اللہ کے دوست

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۙ یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ؕ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَوْلِیٰٓـٴُـهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ﴾

(البقرہ:۲/۲۵۷)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا ولی ہے جو انہیں ظلمتوں سے نور کی

طرف نکالتا ہے (اور کفر سے اسلام تک پہنچاتا ہے) اور کفار و مشرکین کے ولی طاغوت ہیں جو انہیں تاریکی و کفر تک لے جاتے ہیں، یہ دوزخی ہیں، اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے مقربین و اولیاء کا تذکرہ کفار کے بُتوں اور طاغوت کے مقابل فرمایا ہے، اگر طاغوت کو اولیاء اللہ میں شامل مانیں تو ان کا بھی (العیاذ باللہ) طاغوت و شیطان ہونا لازم آئے گا اور یہ بھی دوزخی اور اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور ایسی بات کوئی مسلمان تصوّر بھی نہیں کرسکتا تو ماننا پڑے گا طاغوت و بُت اور ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دوست اور ہیں۔

۲۔ طاغوت کے ساتھ عداوت لازم جب کہ اولیاء سے عداوت اللہ تعالیٰ سے اعلانِ جنگ

اس سے پہلی آیت میں فرمایا:

﴿لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ ۙ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ ۚ فَمَنْ یَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ یُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی﴾

(البقرہ:۲/۲۵۶)

ترجمہ: کچھ زبردستی نہیں ہے دین میں بے شک خوب جدا ہوگئی نیک راہ گمراہی سے تو جو طاغوت کے ساتھ کفر کرے اور اللہ پر ایمان لائے اس نے بڑی محکم گرہ تھامی۔

یہ ارشادِ الٰہی واضح اور آشکار کررہا ہے طاغوت کا انکار لازم بلکہ اس کے ساتھ ایمان کفر ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کے دوست انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم پر ایمان لانا لازم ہے گویا معبودانِ باطلہ اور طاغوت کے ساتھ عداوت و دشمنی اہلِ ایمان پر فرض اور اولیاء کرام

سے محبت عین ایمان ہے بلکہ ان سے دشمنی وعداوت اللہ تعالیٰ کے ساتھ جنگ ہے جس کی نشاندہی رسالت مآب ﷺ نے اس مقدس فرمانِ قدسی میں کی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَنْ عَادىٰ لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ (البخاری)

جس نے میرے دوست سے دشمنی اختیار کی میں اس کے ساتھ اعلان جنگ کرتا ہوں۔

۳۔ اولیاء اللہ کے راستہ پر چلنے کی دُعا

اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو یہ حکم دیا کہ مجھ سے یہ دعا کیا کرو:

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ O صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ O﴾ (الفاتحۃ: ١/ ٦،٧)

ترجمہ: اے اللہ ہمیں سیدھی راہ پر چلا ان لوگوں کی راہ جن پر تیرا انعام ہے نہ ان لوگوں کی راہ جن پر غضب ہوا اور نہ ان کی راہ جو بھٹک گئے۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے خود اپنے انعام یافتہ بندوں کا تذکرہ بھی فرما دیا ہے:

﴿وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا O﴾ (النساء: ٤/ ٦٩)

ترجمہ: جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا تو اسے اللہ کے انعام یافتہ بندوں کی رفاقت نصیب ہوگی یعنی انبیاء، صدیقین، شہدا اور صالحین اور یہ رفاقت کس قدر حسین ہے۔

تمام مسلمان ہر وقت بالخصوص ہر رکعت نماز خواہ فرض ہو یا واجب سنّت ہو یا نفل میں ان کی سنگت و رفاقت کی اللہ تعالیٰ سے اس کے حکم پر دعا کرتے ہیں کہ ہمیں ان کی راہ پر گامزن فرما۔

اگر نعوذ باللہ یہ مقدس ہستیاں، معبودانِ باطلہ اور بتوں میں شامل ہیں اور ان میں کوئی فرق ہی نہیں تو ان کی راہ پر چلنا کفر و شرک اور ضلالت و گمراہی ہوتا نہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اہلِ اسلام کو اس کی تعلیم دیتا اور ان کے نقوش اقدام کو ہمارے لئے منزل ٹھہراتا، لہٰذا قطعی طور پر واضح ہو گیا کہ یہ مقدس ہستیاں اور مقربانِ بارگاہِ خداوندی معبودانِ باطلہ اور اربابِ مِن دُونِ اللہ میں داخل نہیں ہے۔

۴۔ انہیں خوف و غم نہیں

معبودانِ باطلہ کے حوالہ سے فرمان ہے:

﴿اِنَّكُمْ وَ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ﴾

(الانبیاء: ٢١/ ٩٨)

ترجمہ: یقیناً تم اور جن کی پوجا پاٹ کرتے ہو اللہ کے علاوہ جہنم کا ایندھن ہیں۔

لیکن اہل اللہ کے بارے میں فرمایا:

﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾

(یونس: ١٠/ ٦٢)

ترجمہ: سنو بلا شبہ جو لوگ اللہ کے دوست ہیں اور پیارے ہیں نہ ان پر کوئی خوف اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔

اگر اولیاء اللہ مِن دُونِ اللہ اور بتوں میں شامل ہوتے تو جہنم کا ایندھن بنتے اور لعنت کے مستحق العیاذ باللہ، لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ محبوبانِ خدا اس زمرہ میں شامل ہی نہیں۔

۵۔ ملائکہ کا نزول

اللہ تعالیٰ کے دوستوں انبیاء و اولیاء پر فرشتوں کا نزول ہوتا ہے جو انہیں دنیا و آخرت

کے حوالہ سے بشارت و خوشخبریاں دیتے ہیں کہ تمہارے ربّ کے ہاں تمہاری منشاء کے مطابق ہے۔ ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ O نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ ۚ وَ لَكُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُكُمْ وَ لَكُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ O﴾

(حم السجدہ: ۴۱/ ۳۰، ۳۱)

ترجمہ: بلاشبہ وہ جنہوں نے کہا ہمارا ربّ اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے، اُن پر فرشتے اُترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور خوش رہو اس جنت پر جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا ہم تمہارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور تمہارے لئے ہے اس میں جو تمہارا جی چاہے اور تمہارے لئے اس میں جو مانگو۔

حالانکہ طاغوت اور معبودانِ باطلہ خود شیاطین ہیں اور ان پر شیاطین ہی اُترتے ہیں، ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَ اِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰٓی اَوْلِیٰٓـِٕهِمْ لِیُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَ اِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ O﴾ (الانعام: ۶/ ۱۲۱)

ترجمہ: اور بے شک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں ڈالتے ہیں کہ تم سے جھگڑیں اور اگر تم ان کا کہنا مانو تو اس وقت تم مشرک ہو۔

۶۔ جہنم کا ایندھن

بُت اور معبودانِ باطلہ جہنم کا ایندھن بنیں گے، ارشادِ الٰہی ہے، اے مشرکین:

﴿اِنَّكُمْ وَ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا

وٰرِدُوْنَ O لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ؕ وَ كُلٌّ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ (الانبیاء: ۲۱/ ۹۸، ۹۹)

ترجمہ: تم اور تمہارے معبودانِ باطلہ جہنم کا ایندھن ہیں اور تم سب اس میں داخل ہونے والے ہو اگر تمہارے معبود در حقیقت خدا ہوتے تو دوزخ کی آگ میں داخل نہ ہوتے اور سب ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

مفسّرین نے لکھا جب حضور ﷺ نے یہ آیت مبارکہ مشرکین کے سامنے تلاوت کی تو ابن زبعری نے کہا: ہمارے بُت، اَصنام اور اَنصاب اگر جہنم میں داخل ہوں گے تو عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام کی، یہودی حضرت عزیز علیہ السلام اور بنو ملیح ملائکہ کی پوجا کرتے ہیں لہٰذا یہ بھی جہنم میں داخل ہوں گے تو اللہ تعالیٰ نے ان بدباطن لوگوں کا ردّ اور معبودانِ باطلہ اور اپنے مقربین کے درمیان فرق کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ O لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَا ۚ وَ هُمْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ O لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَ تَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ هٰذَا یَوْمُكُمُ الَّذِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ O (الانبیاء: ۲۱/ ۹۹ تا ۱۰۱)

ترجمہ: جن لوگوں سے ہم نے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے وہ نارِ جہنم سے دُور رکھے جائیں گے وہ نارِ جہنم کے جوش کی آواز بھی نہ سنیں گے اور اپنی پسندیدہ نعمتوں میں ہمیشہ رہنے والے ہیں انہیں سب سے بڑا دھاکہ (وحشت قیامت) غم میں نہیں ڈالے گی، فرشتے ان کا استقبال کریں گے اور مبارک دیتے ہوئے کہیں گے یہ ہے تمہارا دن جن کا وعدہ تھا۔

خوب غور کر لیجئے دونوں کا انجام ملاحظہ ہو: ایک جہنم کا ایندھن اور اس میں دائمی رہنے والے ہیں اور ایک گروہ کے بارے میں واضح کیا کہ یہ جہنم سے دُوری کی وجہ سے اس کی آواز تک نہیں سُنیں گے بلکہ انہیں کوئی بڑے سے بڑا قیامت کا دھاکہ ہی غمگین نہیں کر سکتا۔

امام العصر علامہ محمد اشرف سیالوی ان آیات کے تحت رقمطراز ہیں:

''دونوں آیات نے یہ بھی واضح کر دیا کہ اولیاء کرام اور اربابِ استقامت کے لئے منہ مانگی نعمتیں موجود ہیں اور ہر طرح کے انعام و اکرام انہیں حاصل ہیں، لہٰذا ان کو اور شہداء صالحین کو ما یملکون من قطمیر کا مصداق بنانا لغو و باطل اور اس طرح شہداء کرام کے حق میں وارد قول باری تعالیٰ:

﴿بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ O فَرِحِیْنَ﴾ (آل عمران:۳/۱۶۹، ۱۷۰)

ترجمہ: بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے ہاں سے رزق دیئے جاتے ہیں، خوش ہیں۔

اور آنحضرت ﷺ کے لئے ارشاد ربانی:

﴿وَ لَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی O وَ لَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی﴾ (الضحیٰ:۹۳/۴، ۵)

ترجمہ: اور بے شک پچھلی تمہارے لئے پہلی سے بہتر ہے اور بے شک عنقریب تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

وغیر ذالک من الآیات قول منکرین کے بُطلان و خُذلان پر اوّل دلیل ہیں لہٰذا اَصنام و اَنصاب اور صُور و تماثیل کے حق میں وارد آیات کو انبیاء کرام رُسُل عِظام علیہم السّلام اور اولیاء اللہ تعالیٰ اور شہدا و صالحین پر چسپاں کرنا قطعاً باطل ہے بلکہ جس طرح ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓی﴾ الآیۃ حضرت عزیر اور حضرت مسیح علیہما السلام اور ملائکہ مقربین کو ﴿اِنَّكُمْ وَ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ﴾ سے مستثنیٰ کر دیا اور کفّار کے زعم فاسد اور قول باطل کو ردّ کر دیا ہے اسی طرح ہماری پیش کردہ آیات بینات نے اور اس کے علاوہ قرآن و حدیث میں مذکورہ دلائل نے خارجیوں کے اس زعم فاسد اور قول باطل کا فساد و بُطلان بھی واضح کر دیا ہے۔

نیز ان کی قرآن دانی اور مطالب فہمی کا بھانڈا بھی عین چوراہے میں پھوٹ گیا ہے جو

اعتراض کفّار و مشرکین نے آنحضرت ﷺ پر کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کا ردّ فرمایا اور اپنے مقربین کو علیحدہ فرما دیا، وہی اعتراض اب ان اسلام و ایمان کے دعویداروں نے اہلِ اسلام اہلِ سُنّت و جماعت پر کر دیا اور یہ پتہ نہ چلا کہ یہ اعتراض کن لوگوں کا ہے اور کس پر ہے اور اس کا جواب تو کئی صدیاں پہلے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر فرما دیا''۔

(جلاء الصّدور، ص ۲۴۳، ۲۴۴)

۷۔ بارگاہِ اقدس کے آداب

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبوں خصوصاً سید الانبیاء علیہم السلام کی بارگاہِ اقدس کے آداب سکھائے، ان کی خدمت میں یوں بیٹھو، ان سے یوں بات کرو، ان کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کرو، اگر تم نے اس میں احتیاط سے کام نہ لیا تو تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے، ارشادِ الٰہی ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ O﴾ (الحجرات:۴۹/۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

برائے تقویٰ منتخب لوگ

اور فرمایا جو اپنی آوازوں کو میرے حبیب ﷺ کی بارگاہ میں پست کر لیں گے ایسے ہی لوگ صاحبِ تقویٰ ہیں اور تقویٰ خلاصہ دین اور اس کی روح ہے، فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ

امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾

(الحجرات:٤٩/٣)

ترجمہ: بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیز گاری کے لئے پرکھ لیا ہے ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

رَاعِنَا نہ کہو

یہ بھی حکم دیا کہ گفتگو وتحریر میں ایسا کوئی لفظ استعمال نہ کرو جس میں میرے حبیب ﷺ کی بے ادبی کا شائبہ یا بو ہو جیسے کہ صحابہ راعنا کہتے ہیں، مخالفین نے اس سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا تم اگر چہ اچھی نیت سے یہ لفظ کہتے ہو مگر دشمن اس کی آڑ میں میرے حبیب ﷺ کی بے ادبی کرنا چاہ رہے ہیں لہٰذا تم یہ لفظ ہی بدل ڈالو، آئندہ اُنْظُرنا کہا کرو، پڑھیے ارشادِ الٰہی:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا ؕ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (البقرہ: ٢/ ١٠٤)

ترجمہ: اے ایمان والو! راعنا نہ کہو اور یوں کہو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اس آیت کے تحت تمام مفسّرین کرام نے یہ اصول بیان کر دیا ہے کہ ہر وہ لفظ نہ بولو اور نہ لکھو جن میں حبیبِ خُدا ﷺ کی بے ادبی کا شائبہ ہو، یہاں ہم علامہ محمد علی شوکانی کے الفاظ نقل کر رہے ہیں:

و في ذلك دليلٌ على أنه ينبغي تجنب الألفاظ المحتملة للسبِّ و النقص و إن لم يقصد المتكلِّم بها ذلك المعنى المفيد للشتم سدًّا للذريعة دفعاً للوسيلة و قطعاً لمادة

المفسدة و التطرّق إليه (فتح القدير، ١/ ١٢٤)

اس آیت میں دلیل واصول ہے کہ تمام الفاظ سے اجتناب لازم ہے جن میں سب وشتم کا احتمال و شائبہ ہو اگر چہ متکلم کا مقصد مذکورہ معنی نہ ہوتا ہو کہ بے ادبی کا دروازہ ہی بند رہے اور اس کی وجہ سے فتنہ وفساد نہ پھیل سکے۔

کیا کسی بُت یا معبودِ باطل کو یہ شان حاصل ہے ہرگز نہیں بلکہ ان کی اعلانیہ مذمّت کرنا ضروری اور ایمان کا حصہ ہے جو ان کا احترام کرے گا وہ ایمان سے فارغ ہو جائے گا۔

٨۔ اتباع کا حکم

اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی اتباع وتعظیم کا حکم دے رکھا ہے یہاں تک کہ واضح کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی صورت ہی یہی ہے کہ تم اس کے رسول کی اطاعت کرو:

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (النساء:٤/ ٨٠)

ترجمہ: جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

محبوب بن جانا

بلکہ حضرات انبیاء علیہم السلام میں سے سیّد الانبیاء علیہ السّلام کو یہ امتیاز بخشا کہ جو آپ ﷺ کی اتباع کرے گا اسے اللہ تعالیٰ اپنا محبوب بنا لے گا یعنی باقی انبیاء علیہم السلام کی اتباع کرنے والوں کو قُربِ الٰہی اور انعامات ملیں گے مگر وہ محبوبِ الٰہی نہیں بن سکیں گے، یہ شان اللہ تعالیٰ نے فقط اپنے حبیب ﷺ کو عطا کرتے ہوئے فرمایا:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ﴾ (آل عمران:٣/ ٣١)

ترجمہ: اے محبوب فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے

فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

جن ہستیوں کی اتباع و تعظیم سے انسان، اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے انہیں بتوں اور خود ساختہ اشیاء میں شامل کرنا ظلم عظیم نہیں ہے تو اور کیا ہے، کیا یہ شان کسی بت کو حاصل ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ ان کی اتباع تو کجا ان پر لعنت ڈالنا ایمان ہے۔

۹۔ یہ شعائر اللہ ہیں

جیسے اذان، نماز، روزہ، اسلام کے شعائر ہیں اس سے کہیں بڑھ کر قرآن، صاحبِ قرآن اور حضرات انبیاء علیہم السلام شعائر اللہ ہیں، علامہ شبیر احمد عثمانی، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے حوالہ سے کہتے ہیں:

چار چیزیں اعظم شعائر اللہ سے ہیں: پیغمبر، قرآن، کعبہ اور نماز۔

(حجۃ اللہ)

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَ مَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾ (الحج:۳۲/۲۲)

ترجمہ: اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے گا تو بے شک اس میں دلوں کا تقویٰ ہے۔

کیا بُت شعائر اللہ ہوتے ہیں، کیا ان کی تعظیم و عزت تقویٰ کہلاتی ہے؟

ہرگز نہیں، ہرگز نہیں، بلکہ ان کی توہین و مذمت ہر باشعور کا فریضہ ہے، ان کا گرانا سنّت و طریقہ، حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسّلام ہے، خواہ وہ کعبہ کے اندر ہی کیوں نہ ہو لیکن جن چیزوں کا تعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے مُقرب بندوں سے ہو ان کا حسب درجہ احترام لازم ہو جاتا ہے، مثلاً صفا و مروہ، مقامِ ابراہیم، حجرِ اسود، عرفات، منیٰ، مزدلفہ۔

شہر حبیب ﷺ کی قسم

یہی وجہ ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے شہر کی قسم اٹھاتے ہوئے فرمایا:

﴿لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَ اَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝﴾ (البلد:۹۰/۱،۲)

ترجمہ: میں اس شہر کی قسم اٹھاتا ہوں جس میں آپ تشریف فرما ہیں۔

امام بدرالدین زرکشی (ت ۷۹۴ھ) نے ان آیات مبارکہ سے یہ استدلال کیا کہ یہ مکہ و مدینہ دونوں کی قسم ہے کیونکہ ان دونوں کو محبوب خدا ﷺ کے تلووں کا بوسہ نصیب ہوا۔

یمکن أن یرید به المدینة و یکون فی الآیة تعریض بحرمة البلدین حیث أقسم بهما و تکرار البلد مرّتین دلیلٌ علی ذلك و جعل لاسمَین المَعنَین أولیٰ من أن یکونا لمعنی واحد و أن یستعمل الخطاب فی البلدَین اولی من استعماله فی أحدهما بدلیل وجود الحرمة فیهما (البرهان فی علوم القرآن، ۲/۱۵۳)

یہاں بلد سے شہر مدینہ بھی مراد ہو سکتا ہے تو اس آیت میں دونوں شہروں کی حُرمت کا ذکر ہو جائے گا کیونکہ یہ دونوں کی قسم ہے، لفظ بلد کا تکرار اس پر دلیل ہے، دو اسماء کے دو معانی کرنا واحد معنی سے اولیٰ ہوتا ہے، خطاب کا دونوں شہروں کے لئے قرار دینا ایک سے اولیٰ ہے تاکہ دونوں میں حُرمت کا ثبوت وجود واضح ہو جائے۔

بلکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہر وہ مقام جہاں حضور ﷺ کا قدم لگے یہ اس کی قسم ہے:

بأبی و أمی یارسولَ الله قد بلغت من الفضیلة عنده أن أقسم تُرابَ قدمَیك فقال: ﴿لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ﴾ (نسیم الریاض، ۱/۱۹۶)

یا رسول اللہ! میرے والدین آپ پر قربان، اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارا

کس قدر مقام ہے کہ اس نے آپ کے قدموں کی خاک قسم اٹھاتے ہوئے فرمایا: ﴿لَآ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِ﴾

کیا یہ معبودِ باطل کے بارے میں سوچا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ ایسا تصوّر کرنا ہی کفر ہے۔

۱۰۔ درِ محبوب سے ہوتے ہوتے آؤ

بتوں اور معبودانِ باطلہ کے پاس جانے سے اوران کی عزت کرنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے لیکن حبیب ﷺ کو یہ مقام بخشا کہ اگر کوئی آدمی اپنی جان پر ظلم کر بیٹھے تو فرمایا میرے حبیب ﷺ کے در پر آجائے، وہاں آکر اللہ تعالیٰ سے توبہ و معافی اور میرا حبیب ﷺ اس کی سفارش کر دے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دے گا، پڑھئے ارشادِ الٰہی:

﴿وَ مَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ ؕ وَ لَوۡ اَنَّهُمۡ اِذۡ ظَّلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ جَآءُوۡكَ فَاسۡتَغۡفَرُوا اللّٰهَ وَ اسۡتَغۡفَرَ لَهُمُ الرَّسُوۡلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيۡمًا﴾ (النساء:٤/٦٤)

ترجمہ: اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی مانگیں اور رسول ان کی شفاعت فرما دے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

مَاذُوْنٌ مِنَ اللّٰه

اوپر آپ نے پڑھا رسول کی اطاعت، اللہ تعالیٰ کا حکم ہے دوسرے مقام پر فرمایا، ہم نے:

﴿وَ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذۡنِهٖ﴾ (الاحزاب:٣٣/٤٦)

ترجمہ: آپ کو اللہ کی طرف داعی اپنے اذن سے بنایا۔

یعنی حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے حسب درجہ ماذون ہوتے ہیں، یہ بتوں کی طرح لوگوں کے ہاتھوں سے تراشتے ہوئے نہیں ہوتے، یعنی خود ساختہ نہیں بلکہ خُدا ساختہ ہوتے ہیں اور اس فرق کو سمجھ لینا ایمان ہے۔

حدیث بخاری

آخر میں اس حدیث کی طرف متوجہ کرنا ضروری ہے جو صحیح اور بخاری میں ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے جب بندہ میری اطاعت وفرمانبرداری کر کے میرا ہو جاتا ہے تو پھر وہ میری صفاتِ مقدسہ کا مظہر بن جاتا ہے، الفاظ حدیث ہیں:

فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ وَ بَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهٖ وَ يَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهَا وَ رِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِيْ بِهَا وَ إِنْ سَأَلَنِيْ لَأُعْطِيَنَّهٗ وَ لَئِنِ اسْتَعَاذَنِيْ لَأُعِيْذَنَّهٗ (الصحیح البخاری، باب التواضع)

جب میں بندے کو اپنے محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کی سمع بن جاتا ہوں جس سے وہ سُنتا ہے، میں اس کی بینائی بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، میں اس کے ہاتھ بنتا ہوں جس سے وہ گرفت کرتا ہے، میں اس کے پاؤں کی قوت ہو جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں عطا کرتا ہوں اور وہ پناہ مانگے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں۔

یعنی جب بندہ اپنے کو ذاتِ الٰہی کے سامنے فنا کر دیتا ہے تو اس کے ظاہری جسم و صورت کے علاوہ کچھ نہیں رہتا پھر اس میں تصرّف اللہ تعالیٰ کا ہی ہوتا ہے یہ کوئی اتحاد حلول نہیں بلکہ یہ مقام فنا ہے۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی (ت ٦٠٦ھ) اس حقیقت کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے

اس زبان کے ذریعے سمجھاتے ہیں:

و لهذا قال علي بن ابي طالب كرم الله وجهه: وَ اللّٰهِ مَا قَلَعْتَ بَابَ خَيْبَرَ لِقُوَّةٍ جَسَدَانِيَّةٍ وَ لٰكِنْ قُوَّةٍ رُوْحَانِيَّةٍ

(مفاتيح الغيب، ٥/٦٨٧)

اس قوت روحانی کی بنا پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا: اللہ کی قسم میں نے خیبر کا دروازہ اپنی جسمانی طاقت سے نہیں بلکہ ربّانی طاقت سے اکھاڑا تھا۔

حبیبِ خُدا کی توانائیاں اور قرآن

یہاں اس طرف توجہ دلانا ضروری سمجھتے ہیں کہ کسی اور کی توانائیوں میں شک کی گنجائش ہوسکتی ہے تو ہو لیکن حضرات انبیاء علیہم السلام خصوصاً سیّد الانبیاء علیہ السلام کے بارے میں شک کرنے کی ہرگز ہرگز گنجائش نہیں کیونکہ قرآن مجید میں واضح کر دیا ہے کہ حضور ﷺ کی توانائیاں اپنی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی توانائیاں حاصل ہیں۔

اللہ کا ہاتھ

بیعتِ رضوان کے موقع پر چودہ صد (۱۴۰۰) صحابہ نے جب حضور ﷺ کی بیعت کی تو اللہ تعالیٰ نے اس بیعت کو اپنے دست اقدس پر بیعت قرار دیتے ہوئے فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ﴾

(الفتح ٤٨/١٠)

ترجمہ: جن لوگوں نے آپ کی بیعت کی انہوں نے اللہ کی بیعت کی اللہ کا ہاتھ ہے ان کے ہاتھوں پر۔

یہ کنکریاں اللہ نے پھینکیں

ایک غزوہ کے موقعہ پر نبی اکرم ﷺ نے دفاع کی خاطر سنگریزے کفار کی طرف پھینکے جس سے کافروں کے منہ اور آنکھیں بھر گئیں، آپ کے اس عمل کے بارے میں فرمایا:

﴿وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى﴾ (الانفال: ٨/١٧)

ترجمہ: نہیں پھینکا جب آپ نے پھینکا مگر اللہ تعالیٰ نے پھینکا۔

زبان و دل کی ضمانت

آپ ﷺ کے زبان و دل اقدس کے بارے میں فرمایا: ان کی ذاتی خواہش ہی نہیں بلکہ ان فکر اور ان کا قول اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور حق ہی ہوتا ہے:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝﴾

(النجم: ٥٣/ ٣، ٤)

ترجمہ: اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے مگر وحی جونہیں کی جاتی ہے۔

جب آپ ﷺ کی توانائیاں یقینی اور قطعی طور پر اللہ تعالیٰ کی توانیوں کا مظہر ہیں تو پھر آپ کے کمالات کو چیلنج کرنا کیسے درست ہے، آیئے ہم اہل علم و معرفت کی بات نقل کرتے ہیں۔

امام شیخ زادہ امام بوصیری کے شعر

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَ ضَرَّتَهَا   وَ مِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَ الْقَلَمِ

(یارسول اللہ ﷺ! دنیا و آخرت آپ کی سخاوت کا مظہر اور لوح و قلم کا علم آپ کے علوم کا حصہ ہے) کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

أما من اكتملت بصيرته بالنور الإلهي فيرى بها بالذوق أن علومَ اللوح و القلم جزء من علومه كما هي جزء من علم

اللہ تعالیٰ سبحانہ لأنہ علیہ السّلام عند الانسلاخ عن البشریۃ کما لا یسمع و لا یبصر و لا یبطش ولا ینطق إلا بہ جلّت قدرتہ و عمّت نعمتہ کذلک لا یعلم إلا بعلمہ الذی لا یحیطون بشیء منہ إلا بما شاء کما أشار الیہ بقولہ ﴿وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ﴾ (حاشیۃ شیخ زادہ، ص ۲۱۹)

جس کی بصیرت نے نورِ الٰہی سے فیض پایا تو وہ اس سے دیکھتا ہے کہ لوح وقلم کے علوم آپ ﷺ کے علوم کا جز ہیں کیونکہ آپ ﷺ جب شریعت سے فنا ہوتے تو اب آپ ﷺ کا سننا، دیکھنا، اور بولنا اس ذات اقدس کی توانائی سے ہے جس کی قدرت غالب اور انعامات عام ہیں اس طرح آپ ﷺ کا علم اس کے علم کا فیض ہے جس کے علم کا کوئی احاطہ نہیں کرسکتا مگر جس قدر وہ چاہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں ارشاد کیا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ تمام سکھا دیا جسے نہ جانتے تھے۔

تفصیل کے لئے ہماری کتاب ''شان انبیاء و اولیاء'' (حدیث ولی کی تشریح) کا مطالعہ کیجئے۔ الغرض قرآن وحدیث اللہ تعالیٰ کے دوستوں کی شانوں، کمالات، مقامات، معجزات وکرامات سے مالا مال ہیں تو ان مقدس ہستیوں کو بُتوں میں شامل کرنا اور انہیں ان کے برابر قرار دینا سوائے جہالت کے کچھ نہیں، اگر ہم خود ساختہ اور خدا ساختہ تصوّر کو اچھی طرح سمجھ لیں تو معاملہ حل ہوجائے گا۔

نوٹ: اگر کوئی آدمی ان کے آداب میں جہالت سے کام لیتا ہے تو اس سے ان کے کمالات وتصرفات میں کمی نہیں آئے گی مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگر ان کی کسی نے عبادت کی تو اس سے ان کے مرتبہ میں کمی تو نہیں آئی، اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو حبیب اللہ، کسی

کو اسد اللہ اور کسی کو سیف اللہ کا درجہ دیا ہے تو ہمیں دل و جان سے تسلیم کرلینا چاہئے اور انہیں کبھی بھی خود ساختہ بُتوں کی صف میں لانے کا تصوّر بھی نہیں کرنا چاہئے۔